امن وسلامتی کا مذہب اسلام

ڈاکٹر وہبہ مصطفیٰ زحیلی
اردو ترجمہ: صفدر زبیر ندوی:

الحمدللہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ وعلی آلہ وصحبہ ومن والاہ وبعد۔

زیر نظر تحریر میں موجودہ مفہوم میں دہشت گردی کے بارے میں اسلامی موقف کو واضح کرنے کی کوشش کی گئی ہے اس کا مقصد حقیقت کا اظہار اوران اتہامات کی تردید ہے جو مغربی نشریاتی ذرائع نے امریکہ کی قیادت میں پھیلائے ہیں، اوراس مسئلہ کے تعلق سے تمام مسلمانوں اور غیر مسلموں کے سامنے حکم شرعی کو واضح کرنا ہے تاکہ انصاف پسند حضرات کے سامنے یہ بات کھل کرآجائے کہ اسلام کسی بھی شکل میں موجودہ دہشت گردی کے مفہوم کو قانونا اور عملا کسی طرح تسلیم نہیں کرتا، اوریہ بھی کہ مسلمان جو سچ میں مسلمان ہیں، کوئی دہشت گردانہ کاروائی نہیں کرتے ہیں، اگر بعض مسلمان کبھی کبھار اس قسم کی کارروائیوں میں ملوث ہوجاتے ہیں تواس کے کچھ خارجی اسباب ہوتے ہیں جن کی وجہ سے بعض اجڈ اور آوارہ قسم کے لوگ مجرمانہ کارروائیاں کرتے ہیں، جن کی حالت یہ ہوتی ہے کہ وہ نشیلی اشیاء کے استعمال کے نتیجہ میں عقل وشعور سے بیگانہ ہوتے ہیں، اس مقالہ میں ہم یہ بتائیں گے کہ دہشت گردی کے صحیح علمی مفہوم کو جاننا ضروری ہے، نہ کہ اس مطلب کو جاننا ضروری ہے جسے امریکہ اور عالمی صہیونیت اور دوسرے ممالک بغیر کسی ٹھوس دلیل کے رواج دینا چاہتے ہیں، اورحقیقت یہ ہے کہ ان کا یہ مطلب الٰہی قانون، بین الاقوامی قانون اور وضعی قانون سب سے متعارض ہے۔ امید ہے کہ مندرجہ ذیل نکات سے دہشت گردی کا مفہوم واضح ہوجائے گا......اوراس کے بارے میں اسلامی نقطہ نظر کو سمجھنا آسان رہے گا......

۱۔ اسلامی نقطہ نظر سے ارہاب (دہشت گردی) کی تعریف اوراس کی حقیقت کیا ہے:

ارہاب (دہشت گردی) لغت میں ڈرانا یا دھمکانا ہے اور دبدبہ قائم کرنا اور دہشت پھیلانا ہے، اور یہ دوران جہاد یا قتال اور جنگ کے میدانوں میں درست ہے۔ تاکہ اس کے ذریعہ دشمن پر فتح حاصل کی جاسکے، اور یہ چیز قابل قبول بھی ہے اور عقل کو لگتی ہوئی بھی ہے۔ اس لئے کہ قتال کرنے والا خواہ اس کا عقیدہ یا مذہب کچھ بھی ہو جنگی معرکہ آرائیوں میں فتح کو زبردستی

حاصل کرنا چاہتا ہے اور شکست سے خوف کھاتا ہے، اور یہی اس آیت کریمہ کا مطلب ہے:
''واعدوالهم مااستطعتم من قوة ومن رباط الخيل ترهبون به عدوالله وعدوكم.'' (**انفال/ ٦٠**) یعنی معرکہ کے میدانوں میں قوۃ وطاقت اور غلبہ کا مظاہرہ کرنا ایک فطری، منطقی اور بدیہی امر ہے۔ یہی وہ مفہوم ہے جس کی بنیاد پر معاصر ممالک طاقتور لشکر تیار کر رہے ہیں اور مختلف قسم کی نئی ٹیکنالوجی سے لیس اور خطرناک ہتھیار حاصل کر رہے ہیں، اس کا مقصد یہ ہے کہ دشمن کو روکیں اور دوسروں کو خوف زدہ کریں، تاکہ وہ ان کے ملک پر زیادتی کرنے اور ان کے حقوق چھیننے کے بارے میں نہ سوچ سکیں۔
اسلام میں جہاد کی سب سے اہم شرط یہ ہے کہ وہ کسی مسلم حکومت کی قیادت میں اعلانیہ ہو نہ کہ کسی فرد کی قیادت میں۔ اور ارہاب (دہشت گردی) کا موجودہ مفہوم یہ ہے کہ یہ ہر قسم کا ظلم وزیادتی کرنا، یا خوف زدہ کرنا، یا ہلاکت میں ڈالنا ہے، یا ملک کے مصالح کو بغیر کسی حق کے چھیننا، جبکہ عملی یا اعلانیہ جنگ کا کوئی وجود نہ ہو۔ اس وقت ارہاب جس کا مفہوم آج کل مشہور ہے یہ اس جہاد سے الگ ہے جو ایک شرعی اور قانونی جنگ ہے جو ناحق نہیں ہوتا ہے اور جہاد کے ساتھ حق کا پایا جانا لازم ہے، جبکہ ارہاب سرے سے حق ہے ہی نہیں۔ لیکن بعض ممالک اور خاص طور سے بڑے ممالک دہشت گردی کو غیر مشروع قرار دیتے ہیں خواہ وہ حق ہو یا ناحق، اور خواہ وہ مقابلہ ودفاع کی صورت میں ہو یا کسی اور صورت میں، اور ایسے وقت میں موجودہ طاقتور ممالک کے نزدیک ارہاب کا مفہوم اس مفہوم سے مختلف ہو جاتا ہے جو اسلام میں منطقی اور عقلی اعتبار سے بھی اور عالمی قانون کے ماہرین کے نزدیک صحیح ہے۔ اسلام، عقل یا عالمی قانون ہر ایک حقوق اور غصب شدہ ملک پر ہونے والی زیادتی کے خلاف جائز دفاع کے لئے ارہاب (دہشت گردی) کو صحیح قرار دیتے ہیں، لہذا ظلم وعدوان کے خلاف مزاحمت مشروع ہوگی، لیکن ناحق ظلم وزیادتی مشروع نہیں ہے، جیسا کہ مذکورہ بالا تعریف سے واضح ہوتا ہے۔
اس کی تائید اس بات سے ہوتی ہے کہ عالمی عمومی قانون کے ماہرین کی اصطلاح میں ارہاب ایک پر تشدد عمل ہے، جس کے پیچھے سیاسی جذبہ کارفرما ہو، خواہ اس کے ذرائع کچھ بھی ہوں، اور جس کی وجہ سے کسی متعین طبقہ کے لوگوں میں ڈر اور خوف پھیل جائے، شرط یہ ہے کہ مذکورہ کارروائی کسی ایک ملک یا دوسرے ممالک کے حدود کو پار کر جائے، یہ کارروائی خواہ امن کے

زمانہ میں انجام دی گئی ہو یا مسلم جھڑپ کے زمانہ میں (۱)۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ارہاب کے بین الاقوامی غیر جانبدارانہ مفہوم میں منظم ارہاب کی مختلف قسمیں مثلاً: انفرادی، بین الاقوامی، سیاسی، مصلحتی، اقتصادی، اعتقادی یا مذہبی، یہ سب داخل ہیں، اوراس کے ایک سے زائد اسباب ہوتے ہیں لیکن نتیجہ ایک ہوتا ہے، اوروہ نتیجہ کچھ حلقوں میں خوف و ہراس پیدا کرنا یا تخریب کاری کرنا ہوتا ہے، خواہ یہ اقدامی ہو یا مخالف شکن دہشت گردی ہو، جبکہ اس کا مقصد نفس یامال یاوطن یا عزت وحرمت کی طرف سے دفاع کرنا نہ ہو، اس لئے کہ دفاع کرنے والا اپنے عمل میں حق بجانب ہوتا ہے اوراپنے ردعمل میں معذور ہوتا ہے، اس سے یہ مطلب نکلتا ہے کہ ارہاب اپنے محرکات، منہج، طریقہ کاراوراہداف کے اعتبار سے ایک غیر مشروع عمل ہے، لیکن مقابلہ آرائی کرنا ایک جائز حق ہے کہ اپنے وجود، نفس، وطن، عزت وحرمت، مال ودولت اوردوسرے حقوق کی طرف سے دفاع کرے۔ اس سے یہ واضح ہوجاتا ہے کہ عالمی یاملکی دہشت گردی یعنی تشدد یاظلم وزیادتی یا مجرمانہ کارروائی کوکوئی شرعی جواز حاصل نہیں ہے، خواہ یہ سیاسی اسباب کی وجہ سے ہو یا جابرانہ نظام کے ساتھ جنگی کارروائی کے مقصد سے ہو، یا اعتقادی یاوطنی محرکات کی بنیاد پر ہو۔ ارہاب کا یہی وہ مفہوم ہے جس کواسلام بیان کرتا ہے، اور عالمی قانون کے اعتدال پسند ماہرین اوردانشوروں کے نزدیک اپنے اسی مفہوم کوپیش کرتا ہے۔ اس لئے عالمی نظام یا اقوام متحدہ کاموجودہ چارٹر یہ دونوں ہی نفس اوروطن کی طرف سے دفاع کرنے کے اصول کومانتے ہیں۔ اسلامی نقطہ نظر کے مطابق اس کے دلائل بہت ہیں، مثلاً جہاد جوکہ ظلم وعدوان کوروکتا ہے، کے ضابطہ کوبیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''**وقاتلوا في سبيل الله الذين يقاتلونكم ولا تعتدوا ان الله لا يحب المعتدين**،، (**بقرة/۱۹۰**) یعنی قتال دفاع کرنے کے لئے اور ظلم وزیادتی کرنے کی صورت میں ناجائز ہے۔ اسی طرح حدیث نبوی ہے: ''**لا يحل لمسلم ان يروع مسلما**،، (۲) (کسی مسلمان کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ کسی دوسرے مسلمان کوخوف زدہ کرے) اگرچہ بطور مذاق ہی ہو، جیسے تلوار یالوہے یا سانپ کے ذریعہ اشارہ کرنا، یا اس کاسامان لے لینا کہ اس کے گم ہوجانے کی وجہ سے وہ گھبرا اٹھے، کیونکہ اس میں اس کوضرراورتکلیف میں مبتلا کرنا ہے، اورمسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان

محفوظ رہیں (۳)، شارحین حدیث یہی بات کہتے ہیں۔اور یہ مسلم اور غیر مسلم دونوں کو شامل ہے، اس لئے کہ دونوں میں سے ہر ایک انسان ہے جسے اللہ نے معزز بنایا ہے، جس کی اللہ نے تکریم کی ہے، اور اس کے نفس، دین، عقل، عزت وآبرو اور مال کے اندر اس کے حقوق کی حفاظت کی ہے، اور اس لئے کہ اسلام نے انسان کے تمام حقوق کی حفاظت کی ہے، خواہ اس کا دین یا مذہب کچھ بھی ہو، اسی طرح اسلام نے کسی انسان پر ہر قسم کے ظلم وزیادتی کو حرام قرار دیا ہے، کیونکہ ظلم خود اپنی ذات میں ایک جرم یا جنابت ہے، جس کو کوئی دین یا کوئی آسمانی مذہب صحیح نہیں سمجھتا ہے۔

۲۔ یہ حقیقت ہے کہ حکومتیں بعض اوقات اپنے ہی ملک کے رہنے والی تمام جماعتوں کے ساتھ عدل ومساوات کا معاملہ نہیں کرتیں، بلکہ بعض جماعتوں کے حق میں سیاسی اور اقتصادی طور پر ظلم روا رکھا جاتا رہا ہے، اور اس سے بڑی بات یہ ہے کہ ان کے جان ومال کے تحفظ میں قصداً کوتاہی برتی جاتی ہے، یا سرکاری سطح پر ایسی تدابیر اختیار کی جاتی ہیں کہ جن کے ذریعہ اس گروپ کو جانی ومالی نقصانات پہنچائے جاتے ہیں، اب سوال یہ ہے کہ کیا حکومتوں کے ان غیر عادلانہ اور ظالمانہ رویہ کو دہشت گردی کہا جائے گا؟ بلاشبہ موجودہ دہشت گردی کا منشا حکومت کو ہدف بنانا ہوتا ہے، خواہ دہشت گردانہ کاروائی کسی دوسرے ملک کی سرزمین پر کی جائے یا خود اپنے ہی ملک کے اندر کی جائے، عام طور پر مخالفانہ دہشت گردی کے محرکات کسی حکومت کا دوسری حکومت پر یا خود اپنے باشندوں پر ظلم کرنے ہی کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں، جس کے نتیجہ میں یہ حکومت سیاسی یا اقتصادی ظلم برپا کرنے لگتی ہیں جس کا نشانہ اس ملک کی سرزمین میں رہنے والے بعض گروپ بن جاتے ہیں، اور اس کے بعد بعض شرپسند عناصر کو یہ اشارہ دے دیا جاتا ہے کہ وہ ایک متعین گروپ کی عبادت گاہوں، اداروں، تنظیموں اور افراد پر ایک خاص انداز سے ظلم کریں، اور حکومت بھی جان بوجھ کر چشم پوشی سے کام لیتی ہے اور عمداً ملک کے کچھ باشندوں پر بعض باشندوں کی طرف سے ہونے والی مجرمانہ کارروائیوں پر چپ سادھ لیتی ہے۔ تاکہ انہیں نقصان پہنچایا جائے، یا ان کو ذلیل کیا جائے یا انتقام کے ارادے سے سخت تعصب اور بغض وکینہ سے پر جذبات کے ذریعہ ان کو غلامانہ زندگی گزارنے پر مجبور کر دیا جائے۔ یہ تمام چیزیں دہشت گردی کے دائرہ میں آتی ہیں، اس لئے کہ یہ سب حکومتوں کا

مہلک یا ظالمانہ موقف ہیں، اس کے باوجود مصلحت اور اسلامی منطق یہ نہیں ہے کہ ظلم کا علاج اسی طرح کے ظلم سے کیا جائے، کیونکہ اس کی وجہ سے فتنہ کی آگ بھڑک اٹھتی ہے جس کے شعلے پھیلتے چلے جاتے ہیں، اور پھر ضرر اور تکلیف عام ہو جاتی ہے، اور تمام باشندوں کو اس اندھے فتنہ یا کبھی کبھی تھوپے گئے فتنہ کا نتیجہ بھگتنا پڑتا ہے۔

۳۔ اگر کسی جماعت یا گروہ پر ظلم کیا جائے تو کیا اس کے خلاف احتجاج کرنا یا کسی ردعمل کا اظہار کرنا جائز ہے یا واجب؟ اس سوال پر روشنی ڈالنے کے ساتھ ساتھ اس دوسرے پہلو کو بھی پیش نظر رکھا جائے کہ کیا ظلم کے خلاف کسی مظلوم کا اٹھ کھڑا ہونا دہشت گردی میں شمار کیا جائے؟

الف۔ ظلم کے خلاف ردعمل کا اظہار یا نفس اور حقوق کی طرف سے دفاع کرنا واجب ہے، اگر ردعمل کے اظہار پر قدرت رکھتا ہو، لیکن یہ اس بات کا متقاضی ہے کہ پہلے صورتحال کا جائزہ لیا جائے، طاقتوں کا موازنہ کیا جائے اور اس پر مرتب ہونے والے نتائج کا اندازہ کرلیا جائے، اس لئے کہ اس قسم کی کارروائیوں میں حکمت مطلوب ہے، اور جان کو ہلاکت میں ڈالنا جائز نہیں ہے جبکہ جان جانے کا گمان غالب ہو، لیکن اگر غالب گمان یہ ہو کہ دفاع کرنا ظالم کو لگام دیدے گا اور اس کو ایک حد پر روک دے گا تو اس پر اقدامی کارروائی کرنا واجب ہوگا، اور اس کارروائی میں کوئی پس وپیش نہ کرے، اور اگر دفاع کرنے والے کو تکلیف پہنچنے کا یقین ہو یا ضرر لاحق ہونے کا گمان غالب ہو تو بہتر یہ ہے کہ صبر اور انتظار کرے، یہاں تک کہ کوئی مناسب موقع ہاتھ آجائے۔ قدرت ہونے کی صورت میں دفاع کرنے کی اجازت کی دلیل قرآن کی یہ آیت ہے

"لایحب الله الجهر بالسوء من القول الامن ظلم وکان الله سمیعاعلیما"، (سورہ نساء:۱۴۸)۔

ب۔ ظلم کو روکنا یا نفس، یا انسانی یا دینی شرافت وکرام کی طرف سے دفاع کرنا حنابلہ کے علاوہ جمہور فقہاء کے نزدیک واجب ہے، اس لئے کہ یہ ظالم کو روکنا، اس کی تنبیہ کرنا اور اس کو مستقل ظلم کرنے سے باز رکھنا ہے، اور اس لئے بھی کہ اس میں دفاع پر قدرت کے وقت مظلوم کی قوت کا احساس دلانا ہے، یہاں تک کہ اگر دفاع کرنے والا مر جائے تو وہ شہید مرے گا، اور ظلم کرنے والا جہنم میں جائے گا جیسا کہ حدیث سے

☆ جب حقوق باہم متعارض ہوں تو ان میں جس کا وقت تنگ ہو اسے ترجیح حاصل ہوگی ☆

ثابت ہے۔اسی بنیاد پر دفاع کرنا یا ظلم کو روکنا ارہاب کے مفہوم میں آتا ہی نہیں ہے، جس کا صحیح معنی اسلام میں اور اہل علم ودانش کے نزدیک اور عالمی قانون میں کیا گیا ہے، جیسا کہ ارہاب کے مفہوم کی تعریف میں پہلے بیان کیا جاچکا ہے،لیکن ظلم اور شر کی پشت پناہی کرنے والے لوگ دفاع کو دہشت گردی قرار دیتے ہیں، تا کہ ان کا تسلط برقرار رہے، ان کا دائرہ اختیار زیادہ سے زیادہ ہو، دنیا میں تنہا ان ہی کو سطوت و برتری حاصل رہے، اور خود کو بڑا سمجھنے والے ملک کے اقتصادی مصالح کو تحفظ ملے، اور طاقتور ممالک خاص طور سے امریکہ کا کمزور ممالک خاص طور سے اسلامی ممالک و اقوام پر کنٹرول ہو، یہ ایک طرح کا غرور اور تکبر ہے، اور اس میں طاقتور کا کمزور پر تسلط حاصل کرنا ہے، اور اللہ تعالیٰ ظالموں کو پسند نہیں کرتا ہے۔

۴۔ اگر ایک گروہ کی طرف سے ظلم و زیادتی ہو جسے اس گروہ کے بعض افراد نے انجام دیا ہو تو کیا مظلومین کے لئے یہ جائز ہے کہ وہ ظالم گروہ کے ان معصوم افراد سے بدلہ لیں جو اس ظالمانہ کارروائی میں ملوث نہیں تھے؟ اسلامی شریعت میں معصوم افراد سے بدلہ لینا جائز نہیں ہے، یہاں تک کہ خود قاتل سے بھی نہیں، بلکہ معاملہ ملک کے محکمۂ قضا کے سپرد کیا جائے گا، تا کہ فتنہ کو بھڑکنے، اور شر کے جاری رہنے، اور قتل و غارتگری کے پھیل جانے کو روکا جاسکے، اور حکومت پر یہ لازم ہے کہ وہ مظلومین کی حفاظت کرے، ان کی طرف سے دفاع کرے، شر پسندوں کو ان پر تسلط حاصل کرنے سے باز رکھے۔معصوم افراد پر ظلم و زیادتی کرنا عہد جاہلی کی خصلت ہے اور انارکی پھیلانے والی تنظیموں کی عادات میں سے ہے، اسی بنیاد پر اسلام میں قصاص کا قانون ہے، جو عدالت سے صرف قاتل کے قتل کے لئے صادر ہوتا ہے اور وہ مساوات پر مبنی ہوتا ہے، اور قاتل کے بدلہ ایک سے زائد شخص کو قتل نہیں کیا جاتا ہے۔اسی طرح عدالت کی کارروائی صرف ظالموں سے متعلق ہوگی، ایسے لوگوں سے نہیں جو ظالم نہ ہوں اور افراد کے لئے شرعاً یہ درست نہیں کہ وہ خود ظالم کو قتل کریں تا کہ انارکی کو روکا جاسکے، جب کسی شخص یا گروہ کے خلاف جو جرم ثابت ہو جائے تو اس کے جرم کے بقدر ہی سزا واجب ہوگی، دوسرے افراد کو سزا دینا درست نہیں جنہوں نے ظلم و سرکشی نہ کی ہو۔اور یہ وہ بلند تہذیبی مظہر ہے جسے اسلام نے دکھایا ہے۔اور جہاں تک مثل کے ذریعہ معاملہ کے اصول کی بات ہے تو وہ مسلمان اور غیر مسلم کے درمیان جاری جنگ کے دوران برتا جاتا ہے۔

☆ یقین شک کی وجہ سے زائل نہیں ہوتا ☆ (فقہی ضابطہ)

۵۔ جہاں بھی دہشت گردانہ کارروائی ہوتی ہے وہاں اس کے کچھ اسباب ومحرکات ہوتے ہیں، مثلاً کسی گروہ کے حق میں سیاسی یا اقتصادی ظلم پایا جائے یا کوئی گروہ قوت وطاقت کے بل بوتے پر حکومت اور اس کے اقتصادی وسائل پر قبضہ کرنا چاہتا ہو تو ان اسباب کے علاج کے تعلق سے اسلام کیا رہنمائی پیش کرتا ہے؟

یہ صحیح ہے کہ ارہاب کے متعدد اسباب ہوتے ہیں، مثلاً سیاسی، اقتصادی، سماجی، نسلی، مذہبی، طبقاتی یا آزادی سے متعلق اسباب، ارہاب کی جڑیں انہیں اسباب میں پوشیدہ ہیں، اس کا علاج حکمت، اطمینان بخش طریقہ یا تعمیری گفتگو کے ذریعہ یا ایسی کارروائی کرنے والوں کے سربراہوں کے ساتھ یا ان لوگوں کے ساتھ جن کا فتنہ، سازش یا ظلم کرانے کے پیچھے ہاتھ ہوتا ہے، سنجیدہ ملاقاتوں کے ذریعہ کیا جانا چاہئے، اور یہ جبکہ کسی مثبت نتیجہ تک پہنچنے کی امید ہو، اور ساتھ ساتھ گفتگو کو آگے بڑھانے اور ان امور کو سلجھانے کے لئے نمایاں حیثیت والے اور قدرت رکھنے والے ایک گروہ کو تیار کیا جائے، تاکہ دہشت گردی کا جڑ سے خاتمہ ہو جائے۔ دہشت گردانہ عمل مثلاً تباہ وبرباد کرنا، تخریب کاری کرنا، اور قتل وغیرہ کرنا، ان کے ذریعہ ظلم کا علاج کرنا شرعاً جائز نہیں ہے، اس لئے کہ اس جیسی کارروائی مسئلہ کو حل نہیں کرتی ہے بلکہ اس میں درندگی اور بد خلقی کا اضافہ کرتی ہے، اور اس کی بہت سی مثالیں ہیں، ہمیں کوئی ایسی واضح مثال نہیں ملی جس میں دہشت گرد اپنی دہشت گردانہ کارروائیوں کی وجہ سے کوئی نتیجہ برآمد کر سکے ہوں۔ بلاشبہ آپسی امن پسندی، باہمی گفتگو اور اچھی کوششیں ہی اسلام اور دوسری معتبر تنظیموں میں مشکلات کو حل کرنے اور تنازعات کو ختم کرنے کا بہترین ذریعہ ہیں۔ اگر ان تمام پرامن وسائل کے استعمال کے باوجود مایوسی پیدا ہو جائے، اور ظالم لوگ اپنے مقصد کے حصول میں لگے رہیں، اور اہل عقل و دانش اور اعتدال پسند حضرات کی آواز کا کوئی مثبت جواب نہ ملے تو اس وقت ضرورت کو مدنظر رکھتے ہوئے ظلم کا دفاع اسی طرح کے ظلم کے ذریعہ کرنا جائز ہوگا، اس لئے کہ جان اور جسم اور مقدس مقامات کی طرف سے دفاع کرنا شرعی اعتبار سے بھی اور منطقی اعتبار سے بھی جائز ہو جاتا ہے......

۶۔ اگر کسی جماعت یا فرد کی جان، مال، عزت وکرامت پر ظلم وزیادتی ہو تو اس کی طرف سے دفاع کی شرعی حیثیت کیا ہوگی۔ کیا دفاع یعنی طاقت کا استعمال واجب ہے یا مباح یا مندوب؟ نیز حق دفاع کے حدود کیا ہیں؟

مختلف تنظیمیں اور قوانین، جان یا مال یا عزت وعصمت یا شرافت وکرامت کی طرف سے

شخصی دفاع کے حق کو تسلیم کرتے ہیں،اسی طرح اسلام دفاع کو اور ظلم کا جواب دینے کو اتنی ہی مقدار میں جائز قرار دیتا ہے جتنی کہ غلبہ ظن کے مطابق ظلم کا دفاع کرنے کے لئے لازم ہے،اگر ممکن ہو تو **الاخف فالاخف** کے اصول کو برتے،لہذا پہلے بات سے اور دوسروں کی مدد کے ذریعہ دفاع شروع کرے،پھر ہاتھ سے پٹائی کے ذریعہ،پھر کوڑے کے ذریعہ،پھر لاٹھی کے ذریعہ،پھر کوئی عضو کاٹ کر، پھر قتل کے ذریعہ دفاع کرے اس قاعدہ شرعیہ پر عمل کرتے ہوئے:''ضرر کو ضرر کے ذریعہ دور نہیں کیا جائے گا،اور جب اخف کے ذریعہ مقصد حاصل ہوسکتا ہو تو اشد پر عمل کی کوئی ضرورت باقی نہیں رہتی۔اسی طرح اس قاعدہ پر عمل کیا جائے کہ ضرورت یا حاجت کی مقدار کا اندازہ لگایا جائے گا،اگر ظلم یا شر سے بھاگ کر یا قلعہ یا گھر یا جماعت میں پناہ لے کر چھٹکارا ممکن ہو تو ایسا کرنا واجب ہوگا،اور ظالم کو قتل کرنا حرام ہوگا،اس لئے کہ مظلوم کو **الاھون فالاھون** کے ذریعہ اپنی جان بچانے کا حکم دیا گیا ہے۔اور دفاع کرنے والے پر کوئی ذمہ داری عائد نہیں،الا یہ کہ وہ دفاع شرعی حدود سے تجاوز کرے تو اس وقت تجاوز کرنا جرم سمجھا جائے گا،اور اس کے بارے میں جنائی قانون اور شہری قانون دونوں اعتبار سے پوچھا جائے گا۔

حق دفاع کے حدود یا اس کی شرطیں چار ہیں(۴)۔

۱۔ یہ کہ ظلم یا جرم کا وقوع ہو۔

۲۔ یہ کہ ظلم کا وقوع بالفعل ہو نہ کہ تاخیر سے ہو اور اس کی صرف دھمکی دی گئی ہو۔

۳۔ یہ کہ اشد طریقہ کو چھوڑ کر دوسرے اسہل طریقہ سے ظلم کا دفاع کرنا ممکن نہ ہو جیسا کہ گزرا۔

۴۔ یہ کہ اتنی ہی طاقت سے ظلم کا دفاع کیا جائے جتنا کہ اس کے دفاع کرنے کے لئے لازم ہو، یعنی اتنی ہی مقدار میں جتنی کہ ظلم یا زیادتی کو روکنے کے لئے غلبہ ظن کے مطابق لازم ہے، اور **الایسر فالایسر** کے ذریعہ پھر اشد کے ذریعہ۔اور جہاں تک اس حق کے واجب اور مباح اور مندوب ہونے کی حیثیت کا تعلق ہے تو وہ دفاع کی نوعیت کے مطابق ہوگی۔

۵۔ اگر معاملہ نفس کی طرف سے دفاع کا ہو تو یہ جمہور(حنفیہ،مالکیہ،شافعیہ) کی رائے میں واجب ہوگا،اس لئے کہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:''**ولاتلقوابایدیکم الی التھلکۃ**،،(**سورہ بقرہ:۱۹۵**)،نیز اللہ تعالی کا ارشاد ہے:''**فقاتلواالتی تبغی حتی تفیء الی**

☆ اذا تعارض الحقوق قدم منها المضيّق ☆

امر الله،،(سورہ حجرات:۹)۔ فقہا کا اس بات پر اتفاق ہے کہ دفاع کرنے والے پر شہری قانون یا جنائی قانون کسی ناحیہ سے بھی کوئی ذمہ داری عائد نہیں ہوتی ہے،اس لئے کہ بغاوت کرنے والے کا خون رائیگاں ہے۔امام احمد کی رائے یہ ہے کہ نفس کی طرف دفاع کرنا جائز یا مباح ہے واجب نہیں ہے،اس لئے کہ فتنہ پیدا ہو جانے کی صورت میں نبی ﷺ کا ارشاد ہے:''اپنے گھر میں بیٹھے رہو،اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ نفس کی شعاعیں تمہاری آنکھوں کو خیرہ کردیں گی،تو اپنے چہرہ کو ڈھک لو،،اور ایک روایت میں ہے:اگر فتنہ پیدا ہو تو اس میں اللہ کا مقتول بندہ بنو،قاتل مت بنو،،

۶۔ اگر معاملہ عزت کی طرف سے دفاع کا ہو تو فقہاء کا اتفاق ہے کہ عورت یا مرد پر دفاع کرنا واجب ہے اگر ایسا کرنا ممکن ہو،اس لئے کہ دفاعی عمل کو چھوڑ دینے سے ظالم کو طاقت ملے گی،اور ظالم کو قتل کرنا جائز ہے،اگر وہ قتل کر دیا جائے تو اس کا خون رائیگاں ہوگا جبکہ قتل کے ذریعہ سے ہی اس کا دفاع کرنا ممکن ہو۔اور مذاہب اربعہ کا اس پر اتفاق ہے کہ ایسی صورت میں دفاع کرنے والے سے نہ جنائی قانون کے تحت اور نہ شہری قانون کے تحت کوئی پوچھ گچھ ہوگی،لہذا اس سے نہ قصاص لیا جائے گا اور نہ اس کے لئے کوئی دیت ہوگی،اس لئے کہ نبی ﷺ کا ارشاد ہے:''جو اپنے اہل وعیال کی خاطر قتل کیا جائے تو وہ شہید ہوگا،،

۷۔ **الحمدالله الذی بنعمة تتم الصالحات۔**

حواشی وحوالہ جات

۱۔ الارہاب الدولی۔ دراسة قانونیة ناقدة: ڈاکٹر محمد عزیز شکری،ص/۲۰۴،طبع دار العلوم للملایین ۱۹۹۱ء۔

۲۔ حدیث حسن ہے،اس کی روایت امام احمد،ابوداؤد،اور طبرانی نے متعدد صحابہ کے واسطے سے کی ہے کہ وہ نبی ﷺ کے ساتھ کہیں جارہے تھے کہ ان میں سے ایک آدمی سوگیا،کسی صحابی کے پاس رسی تھی،اس سے ان کو جکڑ دیا گیا،تو وہ صحابی اس کی وجہ سے خوف زدہ ہو گئے،پھر اس کا ذکر رسول اللہ ﷺ سے کیا گیا۔

☆ ماحرم اخذہ حرم اعطاؤہ ☆ جس چیز کا لینا حرام ہے اس کا دینا بھی حرام ہے۔☆

۳۔ فیض القدیر ۶/ ۴۴۷۔

۴۔ التشریع الجنائی الاسلامی: أستاذ عبدالقادر عودۃ، ۱/ ۵۷۸، مقالہ نگار کی کتاب نظریۃ الضرورہ الشرعیۃ، ص/ ۱۳۶۔

۵۔ نظریۃ الضرورۃ الشرعیۃ، ص/ ۱۳۶۔۱۴۰۔

۶۔ اس حدیث کی روایت ابن ابی خیثمہ اور دارقطنی نے عبداللہ بن جناب بن الارت سے کی ہے۔

۷۔ اس حدیث کی روایت ابو داؤد اور ترمذی نے کی ہے، اور ترمذی نے اسے سعید بن زید کے واسطہ سے صحیح قرار دیا ہے۔

نئی کتاب......................خوبصورت طباعت......................دیدہ زیب جلد

فضلِ قدیر ترجمہ تفسیرِ کبیر

ازمحققِ عصر مفتی محمد خان قادری صاحب

ناشر: مرکز تحقیقات اسلامیہ، جامعہ اسلامیہ لاہور

ہر معروف کتب خانہ پر دستیاب ہے۔